اجتہاد کا تاریخی پس منظر

(۷)

جناب مولانا محمد تقی امینی صاحب ناظم دینیات مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

(۲) شمولیت اوصاف سے وہ حکم مراد ہے جس پر لفظ کی دلالت اوصاف کے لحاظ سے ہو اکی دو قسمیں ہیں۔

شمولیت اوصاف کے لحاظ سے دو قسمیں	(۱) مطلق اور (۲) مقید

مطلق و مقید کی اصطلاحی تعریف — مطلق کی اصطلاحی تعریف یہ ہے:۔

المتناول لواحد لا بعینہ باعتبار حقیقۃ شاملہ لجنسہ[۱] — جو افراد میں کسی کو غیر معین طور پر شامل ہو اور اس میں جنس حقیقت کا اعتبار کیا گیا ہو

مقید کی اصطلاحی تعریف یہ ہے:۔

المتناول لمعین او غیر معین موصوف بامر زائد علی الحقیقۃ الشاملۃ لجنسہ[۲] — جو افراد میں کسی کو معین یا غیر معین طور پر شامل ہو اور اس میں جنس حقیقت سے زائد وصف کا اعتبار کیا گیا ہو۔

مطلق میں صرف انہیں اوصاف کا لحاظ ہوتا ہے جو حقیقت کی جنس میں پائے جاتے

[۱،۲] ابن قدامہ مقدسی۔ روضۃ الناظر ص ۱۳۶ و ڈاکٹر مصطفےٰ سعید الحسن۔ اثر الاختلاف فی القواعد الاصولیۃ المطلق والمقید

ہیں لیکن مقید میں ان اوصاف کے علاوہ کسی زائد وصف کا بھی اعتبار ہوتا ہے۔ صفت، حال، شرط۔ غایت یا اور کوئی قید سب زائد وصف کے عموم میں داخل ہیں۔ لیکن مطلق اس سے خالی ہوتا ہے۔ مثلاً قرآن حکیم میں ہے:۔

فتحریر رقبۃ ؎۱ ایک غلام آزاد کرنا ہے۔

دوسری جگہ ہے:۔

فتحریر رقبۃ مومنۃ ؎۲ ایک مومن غلام آزاد کرنا ہے۔

پہلی مثال میں رقبہ (غلام) مطلق ہے اس میں کوئی قید نہیں ہے صرف انہیں اوصاف کا لحاظ ہوگا جو جنس رقبہ (غلام) میں پائے جاتے ہیں۔ دوسری مثال میں رقبہ مقید ہے اس میں مومنہ کی صفت زائد ہے اور وہ جنس رقبۃ کے اوصاف میں شمار ہی نہیں ہے۔

مطلق و مقید سے ثابت شدہ حکم | مطلق و مقید اگر علیحدہ علیحدہ حکم میں ہیں تو مطلق سے جو حکم ثابت ہو اس پر عمل واجب ہے اسی طرح مقید سے جو حکم ثابت ہو اس پر بھی عمل واجب ہے۔ لیکن اگر ایک ہی حکم میں دونوں جمع ہوں تو اس کی پانچ شکلیں وجود میں آتی ہیں۔ تین میں فقہاء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں اور دو میں اختلاف ہے جن میں اختلاف نہیں ہے وہ یہ ہیں۔

اتفاق کی تین شکلیں | (۱) کوئی لفظ ایک جگہ مطلق ہے اور وہی لفظ دوسری جگہ مقید ہے اور حکم و سبب حکم دونوں جگہ ایک ہیں تو ایسی صورت میں مطلق سے مقید ہی مراد ہوگا۔ مثلاً

حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر الخ ؎۳ تمہارے اوپر مردار، خون اور خنزیر کا گوشت حرام کیا گیا ہے۔

---

(۱) المجادلہ ع ۱ (۲) النساء ع ۱۳ (۳) البقرہ ع ۲۱

اس میں دم (خون) مطلق ہے اس کے ساتھ نہ کوئی صفت ہے اور نہ کوئی قید ہے۔

دوسری جگہ ہے :۔

قل لا اجد فیما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمہ الا ان یکون میتۃ او دما مسفوحا الخ[۲]	آپ کہدیجئے میرے اوپر جو وحی آتی ہے اس میں کھانے والے پر بس یہی چیزیں حرام پاتا ہوں مردار بہتا ہوا خون وغیرہ

اس میں دم کے ساتھ مسفوح (بہتا ہوا) کی قید ہے۔ دونوں آیتوں میں حرمت ہی کا حکم ہے اور سبب حکم بھی ایک ہے کہ بہتے ہوئے خون کے استعمال سے مضرت وتکلیف ہوتی ہے

(ب) کوئی لفظ ایک جگہ مطلق ہو اور وہ لفظ دوسری جگہ مقید ہو اور حکم سبب حکم دونوں علیحدہ علیحدہ ہوں تو ایسی صورت میں مطلق سے مقید مراد ہو گا بلکہ دونوں پر اپنی اپنی جگہ عمل کیا جائے گا۔ مثلاً

والسارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما[۲]	چوری کرنے والا مرد اور چوری کرنے والی عورت ان دونوں کا ہاتھ کاٹ دو۔

اس میں ایدی (ہاتھ) مطلق ہے جس کے ساتھ کوئی قید نہیں ہے۔

دوسری جگہ ہے :۔

یایھا الذین آمنوا اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق[۳]	اے ایمان والو جب نماز کا ارادہ کرو تو اپنے چہروں اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھو ڈالو۔

اس میں ایدیکم (اپنے ہاتھ) کے ساتھ الی کے ذریعہ غایت کی قید ہے۔ حکم دونوں جگہ الگ الگ ہے اور سبب حکم پہلی جگہ چوری ہے اور دوسری جگہ

---

[۱] الانعام ع ۱۷۔ [۲] المائدہ ع ۶۔ [۳] المائدہ ع ۲

بے وضو ہونے کی حالت میں نماز کا ارادہ ہے۔ اس بنا پر مطلق سے مقید مراد لینے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

(ج) کوئی لفظ ایک جگہ مطلق ہو اور وہی لفظ دوسری جگہ مقید ہو لیکن دونوں کا سبب ایک ہو اور حکم علیحدہ علیحدہ ہوں تو ایسی صورت میں مطلق سے مقید نہ مراد ہوگا۔ بلکہ دونوں پر اپنی اپنی جگہ عمل ہوگا مثلاً وضوء کی آیت میں ہے:۔

فاغسلوا وجوهكم وايديكم الى المرافق[1] دھوؤ اپنے چہروں اور ہاتھوں کو کہنیوں تک۔

اس میں "ایدیکم" کے ساتھ الی المرافق (کہنیوں تک) کی قید ہے۔

تیمم کی آیت میں ہے:

فامسحوا بوجوهكم وايديكم منه[2] اپنے چہرے اور ہاتھوں پر پاک مٹی سے مسح کرو۔

اس میں "ایدیکم" مطلق ہے حکم دونوں جگہ مختلف ہے ایک جگہ دھونے کا حکم ہے اور دوسری جگہ مسح (ہاتھ پھیرنے) کا حکم ہے۔ لیکن سبب حکم (بے وضو ہونے کی حالت میں نماز کا ارادہ) دونوں میں ایک ہے اس بنا پر مطلق سے مقید نہ مراد ہوگا وضوء کی طرح تیمم میں بھی کہنیوں تک ہاتھ پھیرنے کی قید ہے لیکن وہ اس قانون کے تحت نہیں ہے بلکہ دوسرے دلائل کی بنا پر ہے۔

جن شکلوں میں اختلاف ہے وہ یہ ہیں:۔

اختلاف کی دو شکلیں

(ا) کوئی لفظ ایک جگہ مطلق ہو اور وہی لفظ دوسری جگہ مقید ہو۔ لیکن حکم دونوں جگہ ایک ہو اور سبب حکم مختلف ہوں تو ایسی صورت میں اختلاف ہے مثلاً کفارۂ ظہار (اپنی بیوی کو ان عورتوں کے کسی عضو سے مشابہ قرار دے جو ہمیشہ

---

[1] ۸ [2] المائدہ ۲۶

کے لئے حرام ہیں) میں ہے۔

فتحریر رقبة [1] — ایک غلام آزاد کرنا ہے۔

اس میں رقبہ مطلق ہے۔

اور کفارۂ قتل میں ہے۔

فتحریر رقبة مومنة [2] — ایک مومن غلام آزاد کرنا ہے

اس میں مومنہ کی قید ہے حکم دونوں جگہ ایک (غلام آزاد کرنا) ہے اور سبب حکم پہلی جگہ اپنی کہی ہوئی بات سے پھر جانا اور دوسری جگہ قتل ہے۔ ایسی صورت میں امام ابو حنیفہ کے نزدیک مطلق سے مقید مراد نہ ہوگا۔ بلکہ مطلق میں آزادی ہوگی کہ وہ مومن ہو یا غیر مومن ہو جمہور فقہاء کے نزدیک مطلق سے مقید مراد ہوگا — اور دونوں صورتوں میں مومن ہی غلام آزاد کرنا ضروری ہوگا۔ ہر ایک کے دلائل اصول فقہ کی کتابوں میں دیکھنا چاہئے

(ب) کوئی لفظ ایک جگہ مطلق ہو اور وہی لفظ دوسری جگہ مقید ہو لیکن یہ اطلاق و تقیید حکم میں نہ ہو بلکہ حکم کے سبب میں ہو اور حکم دونوں جگہ ایک ہی ہو تو ایسی صورت میں بھی فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔ مثلاً صدقۂ فطر کے بارے میں ایک حدیث ہے —

على العبد والحر والذكر والانثى والصغير والكبير من المسلمين الخ [3] — غلام آزاد - مرد - عورت چھوٹے بڑے جو مسلمان ہوان پر صدقۂ فطر ہے

اس میں — مسلم کی قید ہے۔

دوسری حدیث ہے

على كل حر او مملوك ذكر او انثى صغيرا او كبيرا [4] — ہر آزاد یا غلام مرد عورت چھوٹے یا بڑے پر صدقۂ فطر ہے

---

[1] المجادلہ ع ۱ [2] النساء ع ۱۳ [3] بخاری و مشکوۃ باب صدقۃ الفطر۔ [4] ابوداود ونسائی و مشکوۃ باب صدقۃ الفطر۔

اس میں کوئی قید نہیں ہے ۔

حکم (صدقۂ فطر کا وجوب) دونوں حدیثوں میں ایک ہے لیکن حکم کا سبب (شخص کا وجود) دونوں جگہ ایک ہونے کے باوجود پہلی حدیث میں مسلم کے ساتھ مقید ہے اور دوسری حدیث میں یہ قید نہیں ہے اس بناء پر شافعیہ ۔ مالکیہ اور حنبلیہ مطلق سے مقید مراد لیتے ہیں اور غیر مسلم کی جانب سے صدقۂ فطر واجب ہونے کے قائل نہیں ہیں ۔ امام ابوحنیفہ ایسی صورت میں مطلق سے مقید مراد نہیں لیتے بلکہ دونوں کو اپنی اپنی جگہ رکھتے ہیں ۔ چنانچہ ان کے نزدیک غیر مسلم غلام کی جانب سے صدقۂ فطر واجب ہے [۱]

احناف کے یہاں بھی بعض مثالیں مطلق سے مقید مراد لینے کی پائی جاتی ہیں مثلاً ایک حدیث میں اونٹ کی زکوٰۃ کا ذکر لفظ ابل (اونٹ) کے ساتھ ہے جو مطلق ہے [۲] اور دوسری حدیث میں لفظ ابل (اونٹ) سائمہ (جو جنگل میں چرائے جاتے ہوں) کے ساتھ مقید ہے [۳] جبکہ احناف کے نزدیک سائمہ پر زکوٰۃ ہے اور علوفہ (جو گھر میں کھلائے جاتے ہیں) پر زکوٰۃ نہیں اس طرح مطلق سے مقید مراد لینے کی صورت پائی جاتی ہے لیکن احناف ایسی صورتوں میں مطلق کو مقید سے منسوخ مانتے ہیں ۔ جس کے لئے مقید کا مطلق سے مؤخر ہونے کا ثبوت ضروری ہے ۔

معرفت نص سے متعلق قواعد و قوانین

(۳) وہ قواعد و قوانین جن کا تعلق حکم کے لئے نص کی معرفت سے ہے اس کا تعلق خطاب کے الفاظ اور مخاطب کرنے کے طریقوں سے ہے ۔ نص کی معرفت دو طرح ہوتی ہے ۔

(۱) لفظ سے حکم کی وضاحت

(ب) لفظ سے حکم کا ثبوت

---

[۱] ہدایہ ج ا باب صدقۃ الفطر [۲] بخاری و مشکوۃ باب مایجب فیہ الزکوۃ [۳] زیلعی نصب الرایہ باب صدقۃ الفطر ۔

ہر ایک کی تفصیل درج ذیل ہے۔

حکم کی وضاحت کے کئی درجے ہیں | لفظ سے حکم کی وضاحت کے کئی درجے ہیں۔

(۱) ظاہر (۲) نص (۳) مفسر اور (۴) مجمل

ظاہر [1] (۱) ظاہر - وہ ہے جس سے حکم بالکل ظاہر ہو اور سمجھنے میں کسی قرینہ کی ضرورت نہ ہو لیکن لفظ سے وہ حکم مقصود نہ ہو بلکہ کوئی اور حکم مقصود ہو اور اس میں تاویل و نسخ کا [2] احتمال بھی ہو۔ جیسے ہدایت

و احل اللہ البیع وحرم الربٰو [3] (اللہ نے بیع حلال کی اور سود حرام کیا) بیع کو حلال کرنے اور سود کو حرام کرنے میں بالکل کھلی ہوئی ہے لیکن یہ کلام اس حلت، حرمت کے لئے لایا نہیں گیا بلکہ بیع و سود کے درمیان مماثلت کی تردید کے لئے لایا گیا ہے۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ کلام سے مقصود دونوں کے درمیان مماثلت (ایک جیسے ہونے) کی تردید ہے حلت و حرمت مقصود نہیں ہے

اسی طرح یہ آیت " وما اتاکم الرسول فخذوہ ومانھکم عنہ فانتھوا [4] (رسول اللہ جو تمہیں دیں (حکم کریں) اس کو لو اور جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ) تمام ماموارت (حکم دی ہوئی) اور منہیات (منع کی ہوئیں) میں رسول اللہ کی اطاعت واجب کرنے میں ظاہر ہے لیکن اصلاً نہ کلام اس کے لئے لایا گیا اور نہ یہ اس سے مقصود ہے۔ بلکہ آیت "فے" (وہ مال جو دشمنوں سے حاصل ہو) کی تقسیم کے سلسلہ میں ہے کہ اللہ کا رسول جو تمہیں دے اس کو لو اور نہ دے اسکو نہ لو۔ کلام سے یہی مقصود بھی ہے۔

"ظاہر" پر عمل واجب ہے جب تک اس کے خلاف کوئی دلیل نہ ہو اگر خلاف دلیل موجود ہے تو تاویل یا نسخ کی ضرورت ہوتی ہے۔

---

[1] شیخ احمد۔ ملاجیون۔ نورالانوار بحث الظاہر، وعبدالوھاب خلاف علم اصول الفقہ۔ القاعدۃ الثالثہ والواضح الدلالۃ۔ [2] البقرہ ع ۲۸۔ [3] سورہ حشر ع ۱

تاویل کا مطلب | تاویل کا مطلب اصول فقہ کی اصطلاح میں یہ ہے

صرف اللفظ عن ظاھرہ بدلیل [1] — لفظ کو کسی دلیل کے ذریعہ اس کے ظاہر سے پھیر دینا

اس تاویل کی تین شرطیں ہیں :۔

(۱) لفظ میں تاویل کا احتمال موجود ہو جیسا کہ "ظاہر" میں احتمال ہوتا ہے۔

(۲) تاویل کی ضرورت موجود ہو اس طرح کہ "ظاہر" سے جو بات ثابت ہو وہ دین کے مسلمہ قاعدہ کے خلاف ہو۔ یا اس سے زیادہ قوی دلیل مخالفت میں ہو۔

(۳) تاویل کے لئے سند اور دلیل موجود ہو [2]

تاویل کی مختلف شکلیں | اس تاویل کی مختلف شکلیں ہیں مثلاً (۱) عام کی تخصیص اور (۲) مطلق کی تقلید وغیرہ۔

(۱) عام کی تخصیص جیسے واحل البیع (اللہ نے بیع حلال کی) عام ہے لیکن دوسری آیتوں اور حدیثوں کی بنا پر بیع (خرید و فروخت) کی بعض صورتیں حرام و ناجائز ہیں مثلاً باہمی رضامندی نہ پائی جائے یا دھوکہ فریب جہالت اور سود کی شکل ہو وغیرہ

(۲) مطلق کی تقیید جیسے اوپر مثال گذر چکی کہ ایک آیت میں مطلق دم (خون) کا ذکر ہے اور دوسری میں دم مسفوح (بہتا ہوا) کے ساتھ مقید ہے نسخ سے مراد ایک حکم کی مکمل تبدیلی کر کے اس کی جگہ دوسرا حکم لایا جائے [3] کا تعلق صرف زمانۂ نبوت تک ہے تفصیلی بحث مستقل عنوان کے تحت آگے آئے گی۔

[1-2] علم اصول الفقہ - القاعدۃ الثانیۃ

ظاہر کے مقابل خفی ہے } ظاہر کے مقابل خفاء ہے۔ جس سے حکم بالکل ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن بعض افراد کو حکم کے تحت لانے میں خفا ہوتا ہے[1] جیسے۔

والسارق والسارقۃ الخ[2] میں چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے یہ حکم بالکل ظاہر ہے اس میں کوئی خفا نہیں ہے لیکن گرہ کٹ اور کفن چور کو اس حکم کے تحت لانے میں خفاء ہے کیونکہ دونوں کی نوعیت عام چوری سے مختلف ہے۔

اس خفاء کو دور کرنے کے لئے اجتہاد کی ضرورت ہوتی ہے حکم کی علت اور اس کی حکمت میں غور کر کے مجتہد یہ فیصلہ کرتا ہے کہ خفاء والی صورتیں عام حکم کے تحت رہیں گی یا نہیں؟ پھر اس میں اختلاف کی بھی کافی گنجائش ہوتی ہے۔ ہر مجتہد اپنے اپنے زاویۂ نگاہ سے دلائل فراہم کر کے فیصلہ کرتا ہے۔

نص } (۲) نص۔ وہ حکم ہے۔ جو کسی قرینہ کے بغیر لفظ سے سمجھا جاتا ہو اور لفظ سے وہی مقصود بھی ہو لیکن اس میں تاویل و نسخ کا احتمال موجود ہو[3] جیسے:۔

واحل اللہ البیع الخ سود اور بیع کے درمیان مماثلت کی تردید میں نص ہے یا اوپر والی آیت وما اتکم الرسول الخ "فی" (وہ مال جو دشمنوں سے حاصل ہو) کی تقسیم میں نص ہے۔

نص کا حکم ظاہر جیسا ہے یعنی اس پر عمل واجب ہے اور تاویل و نسخ کے احتمال کو قبول کرتا ہے۔

نص کا مقابل مشکل ہے۔ | نص کا مقابل "مشکل" ہے جس سے حکم سمجھنے کے لئے قرینہ کی ضرورت ہوتی ہے اگرچہ لفظ سے وہی حکم مقصود ہوتا ہے۔ خفی کی طرح خفا مشکل میں بھی ہوتا ہے لیکن "خفی" میں خفا نفس لفظ میں نہیں ہوتا

---

[1] علم اصول الفقہ القاعدۃ الثالثۃ (۲) المائدہ ع ۶ (۳) علم اصول فقہ نور الانوار

بلکہ کسی خارجی وجہ سے ہوتا ہے اور مشکل میں خفا نفس لفظ میں ہوتا ہے، مثلاً کوئی مشترک لفظ ہے جو ایک سے زیادہ معنی کے لئے وضع کیا گیا ہے اور لفظ سے کوئی متعین معنی مراد نہیں ہیں تو ایسی صورت میں لازمی طور سے متعین معنی مراد لینے کے لئے خارجی قرینہ کی ضرورت ہوگی جیسے "قرءٌ" کا لفظ مشترک ہے جس کے معنی طہر (پاکی) اور حیض دونوں ہیں، قرآن حکیم میں مطلقہ عورت کی عدت "ثلٰثۃ قروء" [۱] بیان کی گئی ہے قروء قرءٌ کی جمع امام ابو حنیفہ قرینہ کی بنا پر اس سے حیض مراد لیتے ہیں جس کے لحاظ سے مطلقہ کی عدت تین حیض قرار پاتی ہے اور امام شافعی قرینہ کی بنا پر طہر (پاکی) مراد لیتے ہیں جسکے لحاظ سے مطلقہ کی عدت تین طہر قرار پاتی ہے۔

نص اور ظاہر کی تعریف میں اختلاف

فقہا کے درمیان نص اور ظاہر کی تعریف میں اختلاف ہے شافعی۔ مالکی اور حنبلی فقہاء میں اکثر نص اور ظاہر میں فرق نہیں کرتے ہیں "ظاہر" ان کے نزدیک "نص" کے معنی میں ہے لیکن بعض مالکی اور شافعی فقہاء دونوں کے درمیان فرق کرتے ہیں۔ چنانچہ ان کے نزدیک نص وہ ہے جو اپنی دلالت میں تاویل و نسخ کے احتمال کو قبول نہ کرے اور ظاہر وہ ہے جو اپنی دلالت میں اس احتمال کو قبول کرے پھر بعض مالکی فقہاء نے اس بات کی بھی تصریح کی ہے کہ یہ احتمال کسی دلیل سے پیدا ہوا ہو اور جو احتمال کسی دلیل کے بغیر ہو وہ "نص" کے ہونے میں رکاوٹ نہ ڈالے گا۔ اس لحاظ سے لفظ عام کی عموم پر دلالت "ظاہر" میں شمار ہوگی کیونکہ اس میں تخصیص کا احتمال ہوتا ہے اگرچہ

---

[۱] البقرہ ع ۲۸

یہ احتمال کسی دلیل سے نہیں پیدا ہوتا جبکہ پہلی صورت کے لحاظ سے لفظ عام نص میں شمار ہوگا کیونکہ اس میں احتمال کسی دلیل سے نہیں پیدا ہوتا ۱؎

مفسر

(۳) مفسر۔ وہ ہے جس سے حکم خود اس قدر واضح ہو کہ مزید وضاحت کی گنجائش نہ باقی رہے اور تاویل کا احتمال بھی نہ رہے ۲؎ جیسے

فاجلدوهم ثمانين جلدة ۳؎ — ان کو اسی کوڑے مارو۔

ظاہر ہے کہ عدد معین میں نہ وضاحت کی گنجائش ہوتی اور نہ کمی بیشی کا احتمال ہوتا ہے۔ جن معینہ جرائم کی سزائیں مقرر ہیں ان سب کا یہی حال ہے۔ اسی طرح قرآن حکیم میں جن الفاظ کی وضاحت وتفصیل نہیں ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کی قولی یا عملی وضاحت وتفصیل منقول ہے وہ سب مفسر میں شمار ہوں گے۔ مثلاً۔ نماز۔ زکوٰۃ، حج وغیرہ کی وضاحت وتفصیل اگرچہ قرآن میں نہیں ہے لیکن رسول اللہ سے مکمل منقول ہے۔

مفسر پر عمل واجب ہے اس کو ظاہر سے پھرانے کی گنجائش نہیں ہوتی۔ البتہ احکام میں نسخ کی گنجائش ہوتی ہے۔ ظاہر اور نص کے مقابلہ میں مفسر کی دلالت زیادہ قوی ہوتی ہے۔ کیونکہ دلالت میں قوت ہی کی وجہ سے اس میں تخصیص تاویل کا احتمال نہیں ہوتا جبکہ اس درجہ کی قوت ظاہر اور نص کو نہیں حاصل ہے۔ مثلاً

فسجد الملائكة كلهم اجمعون الا ابليس ۴؎ — ابلیس کے علاوہ سب فرشتوں نے سجدہ کیا۔

آیت میں لفظ سجد (سجدہ کیا) فرشتوں کے سجدہ کرنے میں "ظاہر" ہے اور آدم علیہ السلام کی تعظیم میں "نص" ہے لیکن اس میں تخصیص کا احتمال ہے کہ

۱؎ - ابو زہرہ۔ اصول الفقہ۔ الالفاظ الواضحہ ۔ ۲؎ محمد بن احمد سرخسی اصول السرخسی ۱۶۵ باب اسماء صیغة الخطاب الخ ۳؎ نور ع ۱ ۴؎ ص ع ۵

بعض فرشتوں نے سجدہ کیا ہو بعض نے نہ کیا ہو۔ اور لفظ "ملائکہ" (فرشتے) ایسا عام ہو کہ جس سے بعض کو خاص کر لیا گیا ہو۔ اسی طرح اس میں تاویل کا بھی احتمال ہے کہ فرشتوں نے متفرق سجدہ کیا ہو یا اجتماعی کیا ہو لیکن "کلھم" سے تخصیص کا احتمال ختم ہو گیا اور اجمعون سے تاویل کا احتمال ختم ہو گیا اس طرح یہ کلام مفسر بنگیا۔

احکامِ شرعیہ میں مفسر کی مثال یہ آیت ہے۔

قاتلوا المشرکین کافۃ کما یقاتلونکم قتال کرو سب مشرکین (عرب) سے کافۃ[1] جیسا کہ تم سب سے وہ قتال کرتے ہیں کافۃ (سب تمام) مفسر ہے جس نے تخصیص و تاویل کے احتمال کو ختم کر دیا ہے لیکن نسخ کا احتمال موجود ہے۔

تفسیر و تاویل کا فرق یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ مفسر کی جو تفسیر تاویل کے احتمال کو ختم کرتی ہے وہ اللہ یا اس کے رسول کی تفسیر ہے۔ فقہاء کی تفسیر احتمال کو نہیں ختم کرتی کیونکہ وہ اجتہاد کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے اور اجتہاد کو وہ درجہ نہیں میسر ہے جو اللہ رسول کی تفسیر کو ہے فقہاء کے نزدیک تفسیر و تاویل کے درمیان بھی فرق ہے جس کی وضاحت ضروری ہے۔

تفسیر یہ ہے کہ لفظ اپنے ظاہر پر باقی رہے اور غور و فکر کر کے اس کی مراد متعین کر دی جائے اور تاویل یہ ہے کہ لفظ کو ظاہر سے کسی دلیل کی بناء پر پھیر دیا جائے جیسا کہ تاویل و تفسیر دونوں کی مثالیں گذر چکی ہیں۔

(باقی آئندہ)

[1] توبہ ع ۵